سورۃ التحریم

مدنی ہے اس میں بارہ آیات ہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(۱) **یَاَیُّھَا النَّبِیُّ** (ترجمہ:۔اے نبیؐ) اللہ نے نبی کہہ کر خطاب فرمایا ان کی شان کی تکریم وتعظیم کے لئے اور یہ بتانے کے لئے کہ آپ ﷺ خطاء سے پاک ہیں۔ **لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ** (ترجمہ:۔آپ نے کیوں حرام کررکھا ہے اپنے اوپر جو اللہ نے آپ کے لئے حلال کیا ہے) یعنی ما احلہ اللہ اس میں مفعول کو حذف کردیا گیا ہے اور تحریم سے مراد عدم استعمال۔ ورنہ جو چیز اللہ نے حلال قرار دی ہو نبی ﷺ اسے حرام نہیں ٹھہرا سکتے۔ اس آیت کے نزول میں اختلاف ہے۔ پہلا قول جو واحدی اور اکثر مفسرین کرام کا ہے۔ کہ نبی ﷺ حضرت حفصہؓ کے گھر میں تھے۔ وہ اپنے والد سے ملاقات کے لئے چلی گئیں اور جب لوٹیں تو ماریہ قبطیہ کو جو ام ابراہیم ہیں اپنے گھر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دیکھا تو گھر میں داخل نہیں ہوئیں۔ جب ماریہ چلی گئیں تو پھر آپ داخل ہوئیں۔ نبی ﷺ نے جب حفصہؓ کا چہرہ متغیر اور غمگین پایا تو کہا اسکی خبر عائشہ کو مت دینا اپنے تک رکھنا میں اس کے قریب اب کبھی نہیں جاؤں گا۔ حفصہؓ نے عائشہؓ کو بتلادیا کیونکہ ان دونوں کی آپس میں جوڑی تھی۔ پس عائشہؓ رسول اللہ ﷺ سے ناراض ہی رہیں یہاں تک کہ آپ ﷺ نے قسم کھائی کہ وہ ماریہ کے قریب نہیں جائیں گے۔ پس اللہ نے یہ سورۃ نازل فرمائی۔ اور روایت کی گئی ہے کہ حضرت عائشہؓ کے دن ماریہ سے ہم خلوت ہوئے اور اس کی حفصہؓ کو خبر ہوگئی پس آپ ﷺ نے ان سے کہا یہ راز چھپانا میں نے ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرلیا۔ اور تمیں بشارت دیتا ہوں کہ ابوبکر وعمر میرے بعد میری امت کے امور کی نگہبانی کریں گے۔ پس حفصہؓ نے یہ بات عائشہؓ کو بتلادی۔ انتھی اور دوسرا قول یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے زینب بنت جحش کے پاس شہد پیا۔ عائشہؓ اور حفصہؓ نے باہمی موافقت سے طئے کیا کہ وہ دونوں آپ ﷺ سے جب وہ ان کے پاس آئیں تو یہ کہیں۔ ہمیں آپ ﷺ کے پاس سے مغافیر کی بو آرہی ہے۔ پس آپ ﷺ نے شہد کو حرام کرلیا۔ تو یہ آیت نازل ہوئی۔ اور مروی ہے کہ آپ نے سودہؓ کے پاس شربت پیا اور یہ بھی روایت کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ نے ام سلمہؓ کے پاس شربت پیا تھا اور کہا جاتا ہے کہ حضرت حفصہؓ عائشہؓ سودہؓ اور صفیہؓ نے مل کر طئے کیا اور آپ ﷺ سے کہا ہمیں آپ کے پاس سے مغافیر کی بو آرہی ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ اس بات پر سختی برتتے تھے کہ ان کے منہ سے کوئی ناگوار بو نہ آئے۔ اسی وجہ سے انہوں نے آپ ﷺ سے کہا تھا کہ آپ نے مغافیر کھایا ہے کیونکہ اس کی بو سے ناگواری ہوتی ہے پھر آپ ﷺ نے جب کہا کہ میں نے شہد پیا تو انہوں نے کہا شہد کی مکھی نے اسے عرفط کے درخت سے اسے چاٹا ہے۔ جس کا گوند مغافیر ہوتا ہے اسی وجہ سے شہد کی مکھی کو جوادس کہا جاتا ہے۔ مغافیر گوند کے مشابہ رمث کے درخت پر ہوتا ہے جس میں مٹھاس ہوتی ہے۔ اغفر الرمث کہا جاتا ہے جب اس میں گوند ظاہر ہوا اس کا واحد مغفور ہے اور جوہری نے کہا المغفور عشرٗ ثمام (ایک قسم کی گھانس) سلم

(کانٹے دار درخت) اور طلح (ببول کا درخت) کا بھی ہو سکتا ہے۔ کہا الرمث زیر کے ساتھ ہے اونٹ کی چراگاہ کی گھاس اور وہ حمض (ایک قسم کی گھاس) میں سے ہے۔ مسلم نے عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا مجھے عمر بن خطابؓ نے بتایا تھا کہ جب رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیوی کو چھوڑ دیا میں مسجد میں داخل ہوا لوگ کنکریوں سے زمین کرید رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی۔ اور یہ پردہ کے نازل ہونے کے پہلے کی بات ہے۔ پھر میں نے کہا کہ میں آج ہی ان کی خبر لوں گا۔ پھر انہوں نے حضرت عائشہؓ وحفصہؓ کے پاس جانے اور انہیں نصیحت کرنے کا قصہ ذکر کیا۔ یہاں تک کہ میں داخل ہوا تو رسول اللہ ﷺ کا غلام رباح سیڑھی کے پائیدان پر بیٹھا ہوا تھا میں نے اسے پکار کر کہا اے رباح رسول اللہ ﷺ سے میری حاضری کی اجازت مانگو پھر انہوں نے گذشتہ بیان کی طرح ذکر کیا یہاں تک اس نے کہا کہ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ عورتوں کے بارے میں کیا معاملہ آپ پر گراں گزر رہا ہے۔ اگر آپ نے انہیں طلاق دے دی تو اللہ آپ کے ساتھ ہے اس کے فرشتے' جبرئیل اور میکائیل' میں' ابوبکر اور مومنین آپ کے ساتھ ہیں۔ اور میں اللہ کی حمد کرتا ہوں بہت ہی کم ایسا ہوا کہ میں نے کوئی بات کی ہو مگر مجھے امید ہوتی گئی کہ میری بات سچ ثابت ہوگی تو یہ آیت التخییر **وان تظاهرا عليه فان الله هو مولاه وجبرئيل و صالح المومنين وملائكة بعدذالك ظهير** نازل ہوئی۔ پھر میں نے عرض کیا کیا آپ نے انہیں طلاق دے دی ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں تو میں مسجد النبی ﷺ کے دروازہ پر کھڑا ہو گیا اور بلند آواز سے لوگوں کو بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی عورتوں کو طلاق نہیں دی ہے پھر یہ آیت نازل ہوئی۔ اور اسی طرح اس باب میں بہت سی روایات بیان کی گئی ہیں۔ اور جہاں تک اس روایت کا تعلق ہے جس میں ذکر کیا گیا ہے عائشہؓ کو مت بتانا یہاں تک میں بشارت دیتا ہوں کہ ابی بکر اور عمر میرے بعد میری امت کے امور کے مالک بنیں گے۔ یا یہ کہ آپ نے فرمایا تمہارے باپ' ابوبکر کے بعد امور سلطنت سنبھالیں گے۔ تو طبرانی نے دونوں کو روایت کیا ہے۔ لیکن اصحاب السنۃ نے روایت نہیں کیا۔ ابن کثیر نے کہا اس کی سند میں شک ہے۔ میں کہتا ہوں کہ درایت اس روایت کے ضعف پر دلالت کرتی ہے۔ اس لئے کہ اس سے دلیل نکلتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ عائشہؓ اور حفصہؓ کے غصے سے ڈرتے تھے۔ لہذا حفصہؓ کو بشارت دی کہ تمہارے والد اور ان کے والد (عائشہ کے) میری امت کے امور کی میرے بعد نگہبانی کریں گے۔ پس یہ تبشیر اس امکان سے خالی نہیں کہ رسول اللہ ﷺ پر وحی ہو سکتی ہے یا نہیں۔ اگر پہلی بات صحیح ہے تو پھر آپ یہ نہ کہتے کہ میری بات چھپانا میں نے ماریہ کو خود پر حرام کر لیا ہے۔ اور میں تمہیں خوشخبری سناتا ہوں کہ ابوبکرؓ وعمرؓ میرے بعد میری امت کے امور کے مالک ہوں گے۔ اس لئے کہ وہ امر جسے اللہ نے ان کی طرف وحی کیا ہو جائز نہیں کہ اس کا ابلاغ نفسانی امور پر موقوف ہو۔ مثلاً ماریہ کے معاملہ کا چھپانا اور حفصہؓ کا گھر میں ان کے یا عائشہؓ کے دن ماریہ سے خلوت پر ندامت کرنا اور اگر دوسری بات صحیح ہوتی تو وہ رسول اللہؐ کے بعد ابوبکرؓ وعمرؓ کی خلافت کا نص ہے جبکہ یہ سلف کے مذہب کے خلاف ہے۔ جیسا کہ سیوطی نے کہا بخاری نے کہا ہے کہ عمرؓ علیؓ اور عثمانؓ نے کہا نبی ﷺ نے کسی کو جانشین نہیں بنایا۔ بزار نے اپنی مسند میں حذیفہؓ سے روایت کیا ہے جنہوں نے کہا کہ انہوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ کیوں ہم پر جانشین مقرر نہیں کرتے آپ ﷺ نے فرمایا

بلاشبہ اگر میں تم پر جانشین مقرر کروں تو میرے خلیفہ کی نافرمانی کرو گے تم پر عذاب نازل ہو جائے گا۔ اور یہی علماء اہل السنّت کا نقطہ نظر ہے۔ جیسا کہ علامہ العضد ی نے ''المواقف'' میں بیان کیا کہ جہاں تک اس نص کا تعلق ہے وہ نہیں پایا گیا اور ابوشکور السالمی نے ''التمہید'' میں بیان کیا اہل السنۃ والجماعۃ نے کہا کہ امامت کسی کے لئے بھی منصوصہ نہیں۔ اور علامہ تفتازانی نے المقاصد اور اس کی شرح میں صراحت کی ہے کہ جمہور اصحاب' معتزلہ اور خوارج سب اسی طرف گئے ہیں کہ نبی ﷺ نے اپنے بعد کسی کو امام بنانے کے لئے نص نہیں جاری کیا۔ امام رازیؒ نے کہا اگر یہ منصوص علیہ ہوتا تو معاملہ کا بیعت پر موقوف ہونا عظیم خطاء قرار پاتا جو کہ امامت کے بارے میں نقص پیدا کرتا ہے حالانکہ یہ بات باطل ہے۔ پس ظاہر ہوا کہ دونوں اصحاب کے حق میں خلافت منصوص نہیں۔ پس اس روایت کے ضعیف ہونے کے بارے میں کوئی شبہ نہیں۔ اور تیسرا قول کہ رسول اللہ ﷺ ایسی عورت کے پاس تھے جس نے اپنی ذات نبی ﷺ کو ھبہ کی تھی۔ کہا گیا ہے کہ اس روایت کی سند میں بھی ضعف ہے۔ اور مروی ہے کہ نبی ﷺ نے اس ھبہ کرنے والی عورت کے ھبہ کو قبول نہیں فرمایا تھا۔

تَبْتَغِي مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ (ترجمہ:۔ آپ اپنی بیویوں کی خوشنودی چاہتے ہو) یہ لم تحرم کی تفسیر ہے۔ یا حال ہے اور مرضات اسم مصدر ہے اور وہ ہے الرضا اور اس کی اصل مرضوۃ ہے۔ کہا جاتا ہے مصدر ہے رضی یرضی اور ازواج سے مراد حفصہؓ وعائشہؓ وصفیہؓ اور سودہؓ ہے ایک روایت کے بموجب۔ **وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ** (ترجمہ:۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے) یعنی زبردست مغفرت اور رحمت والا ہے۔ اور اللہ فرمایا۔ یہ اس لئے کہ آپ ﷺ سے جو صادر ہوا وہ ایسا نہیں ہونا چاہئے۔ اور کہا جاتا ہے کہ یہ صغائر میں سے ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ سے ہونے والی ایک لغزش ہے

(۲) **قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ** (ترجمہ:۔ اللہ نے تم لوگوں کے لئے تمہاری قسموں سے باہر آنے کا طریقہ مقرر کر دیا ہے) یعنی تمہاری قسموں کو حلال بنانے کے حکم کو واضح کر دیا ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ اس کے معنی ہیں ''قد اوجب' اور الرازی نے کہا کہ صاحب النظم نے کہا جب عَلٰی سے صلہ آئے تو غیر الایجاب کا احتمال نہیں رہتا۔ جیسا کہ اللہ کے اس قول میں '' قد علمنا مافرضنا علیھم'' (الاحزاب ۵۰) اور جب ''لام'' سے صلہ آئے تو دو وجہوں کا احتمال ہوتا ہے۔ تحلۃ بروزن تفعلۃ ہے اور اس کی اصل تحللۃ ۔ پس لام کا لام میں ادغام ہو گیا۔ اور وہ مصدر التحلیل سے ہے جیسا کہ توصیۃ اور تسمیۃ ۔ اور یہ وزن ناقص میں کثرت سے آتا ہے۔ اور کبھی صحیح میں بھی استعمال ہوتا ہے جیسا کہ شاعر نے کہا۔

اری ابلی عافت جدود فلم تذق بها قطرة الا تحلة مقسم

عرب کے دیہاتی باشندے کہتے ہیں حلل الیمین (کفارہ ادا کیا) تحلیلا. تحلۃ اور تحلا ۔ آخری شاذ ہے اور معنی اس کا کفارہ ادا کیا۔ التحلۃ کے معنی ہیں وہ چیز جو کفارہ میں دی جائے۔ اور ان سب کا اسم الحل ہے۔ ابن الاعرابی نے کہا۔

ولا اجعل المعروف حلّ الیّته ولا عدة فی الناظر المتغیب

وتحل فی یمینه کے معنی ہیں استثنیٰ (کسی چیز کو مستثنیٰ کر دیا) جیسا کہ امراؤالقیس نے کہا۔

ویوماً علی ظہر الکثیب تعذرت علیّ وآلت حلفۃ لم تحلل

اور حلال چیز کی تحریم پر کفارہ کا وجوب کے بارے میں اختلاف کیا گیا ہے ہونا چاہئے یا نا ہونا چاہئے۔سعید بن جبیر نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ قسم بلاشبہ حرام ہے۔جب کسی نے یہ کہا "انتِ علیّ حرام" کہ تو مجھ پر حرام ہے لیکن اس نے طلاق کی نیت ہر گز نہیں کی۔اور نہ ہی ظہار کی نیت کی تو یہ الفاظ قسم کے کفارہ کو واجب کر دیں گے اور یہ قول ابوبکر وعمر وزید' ابن مسعودؓ عائشہؓ وابن المسیبؓ وعطاء وطاؤس وسلیمان بن یسار وقتادہ' حسن' اوزاعی اور ابوثور کا ہے۔اور یہی الزہری کا بھی کہنا ہے۔لیکن امام ابوحنیفہؒ سفیان ثوریؒ اور کوفیوں نے کہا کہ اگر اس کی نیت طلاق کی تھی تو اس پر کفارہ ہے اور اگر یہ ارادہ نہیں تھا تو کچھ بھی نہیں۔اور ابوحنیفہؒ سے روایت کی گئی ہے کہ اگر طلاق کی نیت کی گئی تو ایک باین طلاق ہو جائے گی یا دو کی تو ایک یا تین کی نیت کی تو تین اور اگر کسی ایسی شئی کی نیت نہیں کی تو وہ قسم ہے۔صاحب کشاف نے کہا شافعیؒ اسے قسم نہیں سمجھتے بلکہ عورتوں کے بارے میں کفارہ کا سبب ہے اور اگر طلاق کی نیت کی گئی تو وہ رجعی ہے۔اور انہوں نے یہ بھی کہا۔رسول اللہ ﷺ سے یہ ثابت نہیں کہ آپ نے یہ کہا ہو اللہ کی حلال کردہ کوئی چیز حرام ہے۔آپ ماریہ سے قسم کی وجہ سے رک گئے تھے جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے اور وہ تھا آپ کا یہ فرمانا واللہ لا اقربہا بعدالیوم جس پر آپ سے فرمایا کیا لم تحرم ما احل اللہ لک یعنی آپ قسم کی وجہ سے اس سے کیوں گریزاں ہے۔مقصد یہ ہے کہ جس بات کا آپ نے حلف اٹھایا وہ آپ کر گزر یئے اور کفارہ ادا کیجئے۔اسی طرح اللہ کا یہ فرمان ہے حرمنا علیہ المراضع (القصص ۱۲) اس کا مطلب ہے کہ ہم نے وہ عورتیں ان پر منع کر دیں تھیں۔پھر اس بارے میں بھی اختلاف ہے کہ آپ ﷺ نے کفارہ ادا کیا یا نہیں۔ایک قول یہ ہے آپ ﷺ نے غلام آزاد کیا تھا۔دوسرا قول یہ ہے آپ ﷺ نے کفارہ نہیں دیا تھا۔کیونکہ آپ کے حق میں لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تأخر (الفتح ۲) کی بشارت ہے اور وہ محض مومنوں کی تعلیم کے لئے ہے یہی حسن کا قول ہے۔**وَاللّٰهُ مَوْلٰكُمْ** (ترجمہ:۔ اور اللہ تمہارا مولا ہے) یعنی وہ تمہارے معاملات کا متولی ہے۔ **وَهُوَ الْعَلِيْمُ** (ترجمہ:۔ وہی بڑا جاننے والا ہے) جو تمہارے احوال کی اصلاح کرتا ہے اور پھر تمہارے لئے مشروع کرتا ہے۔**الْحَكِيْمُ** (ترجمہ:۔ بڑی عظمت والا ہے) ان امور میں جو اس نے حلال فرمائے ہیں اور حرام قرار دئے ہیں۔

(۳) **وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ** (ترجمہ:۔اور جب نبیؐ نے اپنی کسی بیوی سے ایک بھید کی بات کہی) یعنی حفصہؓ سے اور یہی اکثر مفسرین کا قول ہے **حَدِيْثًا** (ترجمہ:۔ایک بات) اور یہ وہ بات ہے جو رسول اللہ ﷺ نے حفصہؓ سے کہی کہ ماریہ کی بات کسی سے مت کہنا۔ **فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ** (ترجمہ:۔پھر جب وہ بات اس بی بی نے بتلا دی) یعنی حفصہؓ نے عائشہؓ سے یہ بات کہدی تو وہ اس بات پر سخت برہم ہوئیں اور یہ ناراضگی انہوں نے برقرار رکھی یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ نے حلف اٹھایا کہ وہ ماریہ کے قریب نہیں جائیں گے۔اور طلحہ نے "وانبأت" پڑھا ہے۔اور اصل میں ہے انبا اور نباءً۔ اگر وہ متعدی ہوں تو مفعول واحد کی طرف تو بغیر حرف جر کے آتے ہی۔اور اگر مفعول کی طرف متعدی ہوں تو حرف جر کا استعمال ہوتا ہے۔اور اس کا حذف بھی جائز

ہے۔اور یہ دونوں عالم کے معنی کو متضمن ہوں تو تین مفاعیل کی طرف متعدی ہوتے ہیں جیسا کہ ایک شاعر نے کہا ہے۔

نبئت زرعة والسفاهة کا سمها تهدی الیّ غرائب الاشعار

عنترہ نے کہا ہے۔

نبئت عمر ا غیر شاکر نعمتی والکفر مخبثة لنفس المنعم

وَاَظۡهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيۡهِ (ترجمہ:۔اور (پیغمبر کو) اللہ نے (بذریعہ وحی) خبر کردی) یعنی بغیر کسی واسطہ کے ان کے دل پر افشائے راز کو القاء کردیا اور جبرئیل کی زبانی اور اللہ نے بطریق کنایہ فرمایا ہے کیونکہ تصریح میں کوئی غرض نہیں تھی۔**عَرَّفَ بَعۡضَهٗ** (ترجمہ:۔آپ نے اس بی بی کو کچھ بتلا دیا) یعنی اس کا جز کا کچھ حصہ وہ تحریم ماریہ تھی یا شہد۔جمہور نے عرف کو را کی تشدید کے ساتھ پڑھا ہے۔اور اس کے معنی ہیں اس نے خبر کردی حفصہ کو کچھ اس میں سے جو ہوا تھا۔اور سلمیؒ حسنؒ قتادہؒ طلحہؒ کسائی اور ابو عمرؒ نے اور ہارون نے ایک روایت میں''را'' کی تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔جس کے معنی ہیں عتاب اور ملامت کرنا۔جیسے تم کسی کو ایذا دیتے ہو تو کہو گے میں تجھے ابھی بتاتا ہوں یعنی اس کی سزا دوں گا۔فراء نے کہا کہ مجھے قسم ہے کہ آپ ﷺ نے حفصہؓ کو طلاق کی صورت میں سزا دی تھی۔روایت کی گئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں اس بات کو چھپانے کے لئے کہا تھا لیکن انہوں نے اسے نہیں چھپایا تو آپ ﷺ نے انہیں چھوڑ دیا اور اپنی عورتوں سے جدا ہو گئے اور (۲۹) راتیں ماریہ کے گھر میں قیام پذیر رہے پھر حضرت جبرئیلؑ نازل ہوئے اور کہا حفصہؓ سے رجوع کرو کہ وہ بہت زیادہ روزے دار اور نمازی ہیں بلاشبہ وہ آپ کی جنتی بیویوں میں سے ایک ہیں۔ازہری نے کہا کہ کسائی اور اعمش نے ابوبکر سے اور انہوں نے عاصم کی روایت سے اسے تخفیف کے ساتھ پڑھا۔مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو طلاق نہیں دی بلکہ منہ موڑا تھا جیسے کہ عمر بن خطابؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ کیا آپ نے انہیں طلاق دے دی ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا''نہیں''، تو عمرؓ نے آواز بلند صدا دی تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کو طلاق نہیں دی ہے اور یہی صحیح ہے۔ابن المسیب، عکرمہ نے عَرَّفَ کو عراف را کے بعد الف پڑھا ہے۔ابن خالویہ نے کہا یہ یمنی لغت ہے اور اس کی مثال یہ شعر ہے۔

اعوذ بالله من العقراب الشائلات عقد الاذناب

یعنی العقراب فعل میں اشباع پایا جاتا ہے۔**وَاَعۡرَضَ عَنۡۢ بَعۡضٍ** (ترجمہ:۔اور بعض باتوں سے گریز کیا) کہ آپ ﷺ نے انہیں خبر نہیں کی۔کہا جاتا ہے کہ وہ ماریہ قبطیہ کو خود پر حرام کرنا۔**فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ** (ترجمہ:۔تو جب آپؐ نے انہیں وہ بات بتلا دی) یعنی حضرت عائشہؓ پر راز افشاء کر دیا۔**قَالَتۡ** (ترجمہ:۔تو وہ کہنے لگیں) یعنی حفصہؓ۔**مَنۡ اَنۡۢبَاَكَ هٰذَا** (ترجمہ:۔آپ کو کس نے یہ اطلاع دی؟) یعنی جو کچھ حضرت عائشہؓ کو آگاہ کیا گیا تھا۔**قَالَ نَبَّاَنِىَ الۡعَلِيۡمُ** (ترجمہ:۔آپ نے کہا مجھے بہت بڑے جاننے والے نے خبر دی ہے) **الۡخَبِيۡرُ** (ترجمہ:۔زبردست باخبر ہستی نے) جس پر کچھ بھی مخفی نہیں۔

(۴) **اِنۡ تَتُوۡبَاۤ** (ترجمہ:۔اگر تم دونوں توبہ کرو) خطاب عائشہؓ اور حفصہؓ سے بطریق التفات ہے۔**اِلَى اللّٰهِ** (اللہ کے

سامنے) پس تم دونوں کے لئے بہتر ہے۔ **فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا** (ترجمہ:۔ پس تم دونو کے دل تیڑھے ہو گئے) یعنی راہ حق سے ہٹ گئے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ولتصغی الیہ افئدہ اور "فا" تعلیل کے لئے ہے جیسے کہ آپ کہتے ہیں اعبدربک فالعبادہ حق۔ اپنے رب کی عبادت کر کیونکہ عبادت حق ہے۔ عبداللہ نے زاغت پڑھا ہے۔ قلوبکما میں تثنیہ کے لئے اور جمع کا استعمال کراھتاً کیا گیا ہے۔ **وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ** (ترجمہ:۔ اور اگر تم دونوں ان کے خلاف باہم تعاون کرتی رہیں) دو "ت" میں سے ایک "ت" کو گرادیا ہے۔ اور اسے اصل پر بھی پڑھا گیا اور ظ پر تشدید کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے۔ ایسے ہی لوگ زیادہ ہیں یعنی تتعاونا علی رسول اللہ ﷺ بما یسووہ من الغیرۃ وافشاء السّر اگر تم دونوں نے رسول کے خلاف افشاء راز اور غیرت کے امور میں سے ناپسندیدہ بات میں باہم تعاون جاری رکھا۔ **فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ** (ترجمہ:۔ تو (یادرکھو) اللہ ان کا رفیق ہے اور جبرئیل اور نیک مسلمان بھی) یعنی اللہ آپ کا مددگار ہے اور جبرئیل بھی ملائکہ جن کے پیروکار ہیں اور جو مقرب فرشتوں کے سردار ہیں ان کے ساتھی ہیں۔ اور نیک مومنین آپ ﷺ کے اصحاب وانصار بھی۔ کہا جات ہے کہ صالح مومنین سے مراد ابوبکرؓ وعمرؓ ہیں۔ اور یہ آیت قول عمرؓ سے موافقت رکھتی ہے۔ اس لئے کہ ان سے مروی ہیں کہ انہوں نے ان سے ملتے جلتے کلمات ادا کئے اور ان کا قول ہے کہ اللہ آپ ﷺ کے ساتھ ہے اس کے فرشتے جبرئیل، میکائیل، میں اور ابوبکر اور اہل ایمان آپ ﷺ کے ساتھ ہیں۔ اور مروی ہے کہ جبرئیلؑ ان کے مددگار ہیں۔ کیونکہ وہ ان کی طرف وحی لاتے اور اسی طرح ابوبکر صدیقؓ عمر فاروقؓ بھی ان کے مددگار تھے کیونکہ وہ دونوں تمام دینی امور میں ان کی تائید کرتے تھے۔ **وَالْمَلٰٓئِكَةُ** (ترجمہ:۔ اور فرشتے) اپنے لشکروں کی کثرت کے ساتھ۔ **بَعْدَ ذٰلِكَ** (ترجمہ:۔ اس کے بعد) یعنی اللہ کی نصرت کے بعد۔ **ظَهِيْرٌ** (ترجمہ:۔ مددگار ہیں) یعنی ایک فوج ان کی مددگار ہے۔ ابوعلی الفارسی نے کہا ہے فعیل کثرت کیلئے آیا ہے۔ جیسا کہ اللہ کا قول ہے۔ "ولا یسال حمیم حمیماً" اور "حسن اولئک رفیقاً"۔

(۵) **عَسٰى رَبُّهٗٓ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗٓ** (ترجمہ:۔ مبادا گر تم عورتوں کو جو وہ طلاق دیدیں تو ان کا رب بدل دے گا ان کے لئے) عمرؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی ازواج سے کہا تھا کہ اگر وہ تمہیں طلاق دیدیں تو اللہ بدل دے گا تم سے بہتر بیویاں تو اللہ نے ویسا ہی نازل کیا جیسا کہ عمرؓ نے کہا تھا۔ جمہور نے طلقکن کو "ق" پر زبر پڑھا ہے۔ اور ابوعمرو نے ابن عباسؓ کی روایت سے کاف میں قاف کا ادغام پڑھا ہے۔ کوفیوں نے ان یبدلہ کو تخفیف سے پڑھا ہے۔ اور نافع اور ابوعمرو نے تشدید سے پڑھا ہے اور وہ کثرت کا فائدہ دیتا ہے۔ **اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ** (ترجمہ:۔ تم سے بہتر بیویاں) کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے جب ان کی ایذا دہی کی وجہ سے انہیں طلاق دے دی تو وہ زمین پر بہترین عورتوں کی طرح باقی نہیں رہتیں اور جب ان کے سوا بیویوں سے نکاح کر لیتے تو وہ ایسی ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوتیں۔ پس ان کا خیر کے ساتھ موصوف ہونا ایسا معاملہ ہے جو رسول کے حوالہ کیا گیا۔ اور یہ ثابت نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں میں سے کسی ایک بیوی کو بھی طلاق دی ہو۔ **مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ** (ترجمہ:۔ اسلام لانے والیاں، ایمان لانے والیاں) یعنی اللہ کی اطاعت گذار اللہ اس کے فرشتوں اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں کی تصدیق کرنے والیاں

بالخصوص رسول اللہ ﷺ کی اور تقدیر و بعثت پر ایمان لانے والیاں۔ **قٰنِتٰتٍ** (ترجمہ:۔فرمانبرداری کرنے والیاں) القنوت یعنی الطاعة یعنی اللہ کی فرمانبردار اور کہا جاتا ہے کہ اس کے معنی ہیں نمازی، **تٰٓئِبٰتٍ** (ترجمہ:۔توبہ کرنے والیاں) صغائر و کبائر سے۔ اللہ اور اس کے رسول کی طرف رجوع کرنے والیاں۔ **عٰبِدٰتٍ** (ترجمہ:۔ عبادت گذار) اللہ کے سامنے گڑگڑانے والیاں' **سٰٓئِحٰتٍ** (ترجمہ:۔ روزہ دار) ابن عباسؓ نے کہا یعنی صائمات (روزہ دار) فراء نے کہا الصیام کو سیاحة کہا گیا ہے کیونکہ السائح یعنی سیاحت کرنے والا اپنے ساتھ زادراہ نہیں رکھتا۔ زجاج نے کہا اہل تفسیر ولغة سب کے سب السائحون کو صائمون کہتے ہیں۔ زجاج نے کہا حسن نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو فرض روزہ رکھتے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ وہ ہمیشہ روزے رکھتے ہیں۔ اور کہا جاتا ہے کہ اللہ کی اطاعت میں گذر بسر کرنے والیاں۔ **ثَیِّبٰتٍ وَّاَبْکَارًا** (ترجمہ:۔ بیوہ اور کنواریاں) یعنی بعض ایسی اور بعض ویسی الثیب اسم جنس ہے اس کا وزن فیعل ہے باب ثاب یثوب یعنی رجع یرجع اور یہ عورت جس نے شادی کی پھر وہ پہلی حالت پر لوٹ آئی۔ جیسا کہ شوہر کے بغیر تھی اور کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے باپ کے گھر میں رہنے والی ہوتی ہے۔ اور اصمعی نے کہا۔ ثیب اس وقت کہتے ہیں جب اس کے ساتھ ہم بستری کی گئی۔ مرد اور عورت اسمیں برابر ہیں اور میں کہتا ہوں کہ حدیث میں آیا ہے کہ بیواؤں کو رجم کیا جائے گا اور کنواریوں کو درّے مارے جائیں گے اور انہیں شہر بدر کیا جائے گا۔ یہ بطور وسعت معنی ہیں۔ ابن الاثیر نے کہا کہ کبھی الثیب کا اطلاق بالغ عورت پر مجازی طور پر اور معنی میں وسعت کے اعتبار سے کیا جاتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ اس لئے ہے کہ وہ عقل و تجربہ میں بڑھ چکی ہوتی ہے۔ الابکار جمع ہے بکر کی اور وہ کنواری کے لئے ہے اور مصدر بکارة ہے زبر کے ساتھ۔ اور البکر اس عورت کو کہا جاتا ہے جس نے ایک جھول دیا ہوں۔ اور اس کا پہلوٹھی کی اولاد ہو۔ اور کبھی اس وقت بکر کہا جاتا ہے جب تک بچہ جنم نہیں دیا ہو اور جمہور کی رائے میں باکرہ عورتوں میں سے وہ جس سے کوئی مرد قریب نہ آیا ہو۔ اور مردوں میں وہ جس سے عورت نے قربت نہ کی ہو۔ مفسروں نے کہا کہ عسی کا کلمہ اللہ کے اس ارشاد میں وجوب کے لئے ہیں پس اس کا واقع ہونا لازمی ہے۔ پس وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں وعدہ کیا ہے کہ اپنے نبی کو شوہر دیدہ (ثیب) اور شوہر نا دیدہ (بکر) سے شادی کروائے گا۔ پس ثیب سے مراد آسیہ فرعون کی بیوی ہے اور بکر سے مراد مریم بنت عمران ہے۔

(۶) **یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ** (ترجمہ:۔ اے ایمان والو اپنی جانوں کو بچاؤ) نافرمانی چھوڑ کر اور طاعات اختیار کر کے۔ **وَاَهْلِیْکُمْ** (ترجمہ:۔ اور اپنے اہل و عیال کو بھی) ان کو ترک معاصی اور طاعات میں اشتغال کے جو اعمال تم انجام دیتے ہو انہیں بھی ان کا حکم دو۔ اور "اهلو کم" بھی پڑھا گیا ہے۔ اور قوا میں موجود ضمیر پر معطوف ہے فاصلہ کے لئے مفعول پر عطف بہترین عطف ہوتا ہے۔ **نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ** (ترجمہ:۔ اس آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں) یعنی وہ آگ صرف پتھروں اور انسانوں سے بھڑکتی ہے۔ اور پتھروں سے مراد اصنام ہیں اور انسانوں سے ان کے پجاری مراد ہیں۔ **عَلَیْهَا مَلٰٓئِکَةٌ** (ترجمہ:۔ اس پر فرشتے متعین ہیں) یعنی اس کے محافظ ملائکہ ہیں۔ **غِلَاظٌ** (ترجمہ:۔ تندخو) دوزخیوں کے لئے۔ کہا جاتا ہے وہ

غلاظ ہیں یعنی بھاری بدن والے ہیں۔ **شِدَادٌ** (ترجمہ:۔ طاقت ور) یعنی سخت بدن والے ہیں۔ **لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَا اَمَرَهُمْ** (ترجمہ:۔خدا کی نافرمانی نہیں کرتے اس میں جن کا اس نے حکم دیا ہے) یعنی وہ اس کی مخالفت نہیں کرتے اس کے حکم کی تعمیل میں۔اس میں عائد محذوف ہے۔یعنی وہ جو حکم دیتا ہے اس کی نافرمانی نہیں کرتے۔ **وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ** (ترجمہ:۔اور وہی کرتے ہیں جو ان کو حکم دیا جاتا ہے) بغیر تاخیر کے اس کی ادائیگی بروقت کرتے ہیں۔

(۷) **يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ** (ترجمہ:۔اے کافرو آج معذرت نہ کرو) یہ کافروں سے کہا جائے گا جب وہ دوزخ میں داخل ہوں گے۔اس وقت تم نے کوئی عذر پیش کیا اس کو نہیں سنا جائے گا۔اس لئے کہ یہ یوم الجزاء ہے۔ **اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ** (ترجمہ:۔تم کو وہی سزا مل رہی ہے جو تم کیا کرتے تھے) دنیا میں کفر و معاصی کرتے تھے حالانکہ تم کو ایمان اور تقوی کا حکم دیا جاتا تھا لیکن تم نے انکار کر دیا تھا۔

(۸) **يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا** (ترجمہ:۔اے ایمان والو اللہ کے سامنے سچی توبہ کرو) یعنی پر خلوص تربہ۔جمہور نے نصوحاً کو نون زبر کے ساتھ پڑھا ہے۔فراء نے کہا نصوحاً توبہ کی صفت ہے یعنی ایسی توبہ جو خلوص دل سے ہو اور توبہ کرنے والے کو دوبارہ گناہوں کی طرف لوٹنے سے باز رکھے۔اور یہ مبرد کا قول ہے۔اور یہ اسناد مجازی ہے کیونکہ توبہ تائب کی صفات میں سے ہے۔حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ توبہ چھ چیزوں کا مجموعہ ہے۔ماضی کے گناہوں پر ندامت ہے' فرائض کو دوبارہ ادا کرنا' دوبارہ گناہ نہ کرنے کا پختہ ارادہ کرنا' ردمظالم یعنی ماضی میں ناجائز طور پر غصب کردہ حقوق کا مالکوں کو لوٹانا' اللہ کی اطاعت پر نفس کو سدھائے رکھنا اور اس کی طاعت میں لذت محسوس کرنا۔حسن اور اعرج نے نون پر پیش پڑھا اور زید بن علی نے تو ''با'' بغیر ''تا'' پڑھا ہے۔اور جس نے النصح کو پیش کے ساتھ پڑھا ہے اس نے اسے مصدر بطور صفت جائز قرار دیا ہے۔اور یہ بھی کہ وہ مفعول لہ ''توبوا'' کا۔یہ آیت دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ توبہ مسلم اور مسلمہ پر فرض ہے۔اس میں تاخیر جائز نہیں۔بلکہ تمام گناہوں سے فی الفور توبہ کرنی چاہئے۔اور اگر ان گناہوں میں سے چند کے لئے توبہ کرے تو اس کی توبہ' عموم رحمت الٰہی کی وجہ سے صحیح ہوگی لیکن باقی رہ جائیں گے وہ گناہ جس کی اس نے توبہ نہیں کی اور جس نے توبہ نہیں کی اور وہ مر گیا تو فاسق مومن ہوگا۔اللہ چاہے گا تو اس کو معاف کر دے گا اور ترمذی نے ابن عمرؓ سے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا کہ اللہ تعالیٰ مومن کی توبہ قبول کرتا ہے جب تک اس کی سانس نرخرے میں نہ پھنسے۔اور توبہ کی کثرت کے بارے میں روایات کثیر ہیں۔مسلم نے الاعز بن یسار المزنی سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے لوگو اللہ سے توبہ کرو میں دن میں سو بار توبہ کرتا ہوں اور بخاری کی روایت میں ہے کہ ایک دن میں ستر سے زیادہ مرتبہ توبہ کرتا ہوں۔اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ توبہ ہر زمانے میں سنت موکدہ رہی ہے۔لیکن عمر میں ایک مرتبہ فرض ہے۔ **عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ** (ترجمہ:۔امید ہے کہ تمہارا رب تمہارے تمام گناہوں کو معاف کر دے گا) یعنی اگر تم زبان سے توبہ کرو' جسماً ندامت کا اظہار کرو تو وہ تم سے تمہاری برائیاں دور کر دے گا۔اور تمہارے تمام گناہ سوائے شرک اور کفر'

معاف فرمادے گا۔کیونکہ وہ تواب (زبردست توبہ قبول کرنے والا) رحیم (زبردست مہربان) ہے۔اور عسٰی اور لعل اگر چہ طمع کے معنی میں آتے ہیں لیکن وعدہ کے موقع پر جب آتے ہیں تو اس کا واقع ہونا قطعاً واجب ہوتا ہے اور یہ وجوب ایسا وجوب نہیں ہوتا کہ اس کا تارک مستحق ملامت ٹھیرایا جائے۔ **وَيُدْخِلَكُمْ** (ترجمہ:۔اور تمہیں داخل کرے گا) یہ ان یکفر پر عطف ہے **جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ يَوْمَ** (ترجمہ:۔ایسے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔جس دن) منصوب ہے یدخلکم کی وجہ سے۔ **لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ** (ترجمہ:۔اللہ نبیؐ کو رسوانہ کرے گا) یعنی سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ ﷺ کو۔ **وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا** (ترجمہ:۔اور وہ جو صاحبان ایمان ہیں) یعنی مومنین۔ **مَعَهٗ** (ترجمہ:۔ان کے ساتھ) یعنی نبیؐ کے ہمراہ اور ان کے لئے اس دن کوئی رسوائی نہ ہوگی۔کیونکہ اس دن رسوائی کافروں کے لئے مخصوص ہوگی اور خزی سے مراد ان کو دوزخ میں ڈال دینا ہے پس وہ صرف اسی کو جلائے گی جس نے اللہ کو جھٹلایا اور منہ پھیر لیا ہوگا۔جیسے کہ اللہ نے فرمایا لا یصلاھا الا الا شقی الذی کذب وتولی۔(اللیل ۱۶) پس تکذیب و تولی (گریز وروگردانی) جہنم میں کافروں کے داخلہ کو واجب کرنے والی علۃ ہے۔اور جس میں یہ صفات نہ ہوں اللہ انہیں اس میں داخل نہیں کرے گا۔اس میں ایک بلیغ تعریض ہے کافروں اور مشرکوں کے لئے جنہیں اللہ رسوا کرے گا۔ابوحیان نے کہا کہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ اللہ تعالٰی سے اپنی امت کے معاملے میں گریہ زاری کی تو اللہ نے آپ ﷺ پر وحی کیا کہ اگر آپ چاہتے ہیں تو میں ان کا حساب آپ کے حوالے کئے دیتا ہوں۔تو آپؐ نے فرمایا" یارب انت ارحم بھم" یارب آپ ان پر بہت رحم کرنے والے ہیں تو اللہ نے فرمایا تو میں ان کے بارے میں نہیں رسوا تمہیں کروں گا۔ **نُوْرُهُمْ** (ترجمہ:۔ان کا نور) نور سے مراد ایمان ہے۔ **يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ** (ترجمہ:۔ان کے سامنے دوڑتا ہوگا) اور دوڑتا ہوگا۔ **وَبِاَيْمَانِهِمْ** (ترجمہ:۔اور ان کے دائیں طرف) متمثل ہو کر گویا کہ کوئی منور شئے ہے جو دائیں طرف اور سامنے چل پھر رہی ہے۔اور ممکن ہے کہ یہ چلنا پھرنا پل صراط پر ہو یعنی پل صراط سے مومن گزر رہا ہوگا تو یہ نور سامنے اور دائیں جانب چل رہا ہوگا۔ابن مسعودؓ نے فرمایا وہ اپنے اعمال کی مقدار کے مطابق پل صراط سے گذریں گے۔اور ان میں ایسے بھی ہوں گے جن کا نور پہاڑ کی طرح ہوگا اور ان ہی میں ایسے بھی ہوں گے جن کا نور کھجور کی طرح ہوگا۔اور کمتر نور والا وہ ہوگا جس کا نور انگوٹھے میں ہوگا۔ **يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ** (ترجمہ:۔اور دعا کرتے ہوں گے کہ اے ہمارے رب ہمارے لئے ہمارے اس نور کی تکمیل کردیجئے۔ہماری مغفرت فرمادیں بلاشبہ آپ ہر چیز پر قادر ہیں) یہ اہل ایمان کی دعا ہوگی جب وہ منافقین کو ظلمت کے بیابان میں متردد دیکھیں گے کیونکہ ان کے پاس نور نہ ہوگا۔

(۹) **يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ** (ترجمہ:۔اے نبی کفار اور منافقین سے جہاد کیجئے) تلوار کے ذریعہ اگر آپ قوت و شوکت کے مالک ہیں **وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ** (ترجمہ:۔اور ان پر سختی کیجئے۔) ڈانٹ ڈپٹ کے ساتھ یعنی ان پر جزیہ لگا کر سختی کریں اور حسن نے کہا ان سے جہاد کریں اس طرح کہ جب بھی حدود کے اسباب پائیں تو ان پر حدود قائم کریں اور جب اسلام

کمزور ہو اور اس طرح ہو جائے جیسا کہ وہ شروع دنوں میں تھا تو جہاد سے مراد ہوگی ان پر ''براہین قاطعہ'' اور دلائل باہرہ کا قیام جو اسلام کے حق ہونے پر دلالت کرتے ہوں۔ سوائے اس کے کہ ان کے معاملات میں خشونت وسختی برتی جائے۔ اور اللہ اپنے نبی پاک کو یہی حکم دیا ہے کہ اپنے رب کی طرف بلاؤ حکمت اور موعظہ حسنہ کے ذریعہ۔ **وَمَاوٰهُمْ جَهَنَّمُ** (ترجمہ:۔ ان کا ٹھکانہ جہنم ہے) یعنی یہ کفار ومنافقین کا ٹھکانہ ہے۔ **وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ** (ترجمہ:۔ اور وہ بری جگہ ہے) یعنی وہ لوٹنے کی جگہ جس سے وہ لوٹ کر نہیں جائیں گے۔

(۱۰) **ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا** (ترجمہ:۔ اللہ نے کافروں کے لئے مثال پیش کی ہے۔) یعنی اللہ نے ایک مثال بیان کی ان کفار کی حالت کے سلسلے میں کہ وہ آگ میں عذاب دئے جائیں گے اپنے کفر کی وجہ سے اور ان کا کوئی بھی شفاعت کرنے والا نہ ہوگا۔ **امْرَاَتَ نُوْحٍ** (ترجمہ:۔ نوحؑ کی عورت (بیوی) کی) کہا جاتا ہے کہ ان کا نام واہلۃ یا والھۃ تھا۔ **وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ** (ترجمہ:۔ لوطؑ کی بیوی کی) کہا جاتا ہے کہ ان کا نام واعلۃ یا والعہ تھا۔ **كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا** (ترجمہ:۔ وہ دونوں ہمارے بندوں میں سے دو بندوں کے تحت (زوجگی میں) تھیں) اس اضافت میں ان دونوں کے لئے شرف ہے۔ **صَالِحَيْنِ** (ترجمہ:۔ نیکوکار بندے) نیکی سے موصوف یعنی اللہ نے خود ان کی اصلاح کی ہوتا کہ ان دونوں کے لئے ایک امتیاز ہو جائے ان کے اور دوسرے بندوں کے مابین۔ اور یہ ایک ایسا وصف جلیل ہے کہ انبیاءؑ تمنا کرتے تھے جیسا کہ یوسفؑ نے فرمایا مجھے صالحین سے ملحق کردیجئے اور اللہ نے ابراہیمؑ کی اس وصف سے تعریف کی تھی اور کہا تھا وانه في الآخرة لمن الصالحين. (البقرة. ۱۳۰) **فَخَانَتٰهُمَا** (ترجمہ:۔ پس ان دونوں نے ان دونوں کی خیانت کی) وہ دونوں کافرہ تھیں۔ اور نوحؑ کی بیوی کی خیانت سے مراد اس کا قول ہے ''انه لمجنون'' اور جہاں تک لوطؑ کی بیوی کی خیانت کا سوال ہے وہ اس کی اپنی قوم سے چغلی ہے کہ ان کے پاس مہمان کون آتے ہیں اور اسی طرح اس نے چغلی کھائی جب فرشتے لوطؑ کے گھر آئے تھے۔ اور خیانت سے مراد زنا نہیں ہے۔ اس لئے کہ انبیاء کی ازواج کو اللہ نے اس فحش گناہ سے محفوظ رکھا ہے۔ **فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا** (ترجمہ:۔ تو یہ دونوں ان دونوں کو اللہ کے عذاب سے کچھ بھی نہ بچا سکے) ''لم يغنيا'' میں موجود ضمیر نوحؑ اور لوطؑ کی طرف لوٹتی ہے۔ اور ''عنهما'' کی ضمیر ان کی بیویوں کی طرف۔ یعنی ان دونوں کا نوحؑ اور لوطؑ کی زوجیت میں ہونا انہیں اللہ کے عذاب سے نہ بچا سکا۔ کیونکہ کفر اللہ کے عذاب سے بالکل نہیں بچا سکتا پس ان دونوں کی عظمت وکرامت عذاب کو بھی ٹال نہیں سکتی۔ مگر اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے بغیر پس یہ دونوں عورتیں چونکہ کافرہ تھیں تو انہیں اپنے شوہرانِ نامدار کی بیوی ہونا فائدہ نہ پہونچا سکا۔ **وَّقِيْلَ** (ترجمہ:۔ کہا گیا ہے) ان دونوں کی موت کے وقت یا آخرت میں کہا جائے گا اور اس میں صیغہ ماضی لایا گیا ہے بعثت کے قطعی طور پر واقع ہونے کی وجہ سے۔ **ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ** (ترجمہ:۔ تم دونوں دوزخ میں داخل ہونے والوں کے ساتھ داخل ہو جاؤ) کیونکہ انبیاءؑ اور کافروں کے مابین ملانے والی کوئی شئے (وصلة) نہیں واقعی کفر تعلق کے اسباب کو کاٹ دیتا ہے۔ پس مومن اور کافر کے درمیان کوئی قرابت نہیں ہے۔ کہا جاتا ہے اللہ نے یہ مثال حفصہؓ اور عائشہؓ کی نصیحت وتنبیہ کے لئے بیان کی تھی اس لئے یہ مثال حفصہؓ اور عائشہؓ کی نصیحت وتنبیہ

کے لئے بیان کی تھی۔اس لئے کہ ان دونوں نے رسول اللہ ﷺ کو ایذاء پہونچائی تھی ان کے خلاف ایک دوسرے کی اعانت کی تھی۔ جہاں تک ان میں سے ایک کا تعلق ہے انہوں نے ان کا بھید کھول دیا تھا اور جہاں تک دوسری کا تعلق ہے وہ ناراض ہوئی تھیں کہ آپؐ ان کے دن ماریہ قبطیہ کے پاس تھے۔اور رسول ﷺ کو ایذا دینا بہت بڑا گناہ بلکہ کفر ہے۔پس اللہ نے ان دونوں کو حکم دیا کہ وہ توبہ کریں پھر دونوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے توبہ مانگی۔پس ان کی توبہ قبول کی کہ وہ التواب الرحیم ہے۔پھر یہ مثال بیان کی۔ اور اس کا فائدہ یہ ہوا کہ انہیں یہ فخر زیب نہیں دیتا کہ وہ دونوں رسول اللہ ﷺ کی بیویاں ہیں بلکہ ان پر لازم ہے کہ عام مسلمانوں کی طرح ان کی اطاعت کریں اور ایسا کچھ نہ کریں جو انہیں ناپسند ہو۔کیونکہ ان (نبیؐ) کا غضب عام بندوں کے غضب کی طرح نہیں ہے۔ بلکہ اللہ کے غضب کا موجب ہے۔اوان کا نبی کی بیویاں ہونا انہیں کوئی فائدہ نہیں پہونچائے گا۔جیسے کہ کوئی فائدہ نہیں پہنچا نوحؑ اور لوطؑ کی بیویوں کو ان کی زوجہ ہونے کا۔اور یہی رجحان یحییٰ بن سلامؒ صاحب کشاف کا ہے۔میں کہتا ہوں کہ بات کچھ بھی نہیں ہے کیونکہ اللہ نے ضرب اللہ مثلاً للذین کفروا فرمایا پس پھر یہ مومنوں کے لئے مثلاً حفصہؓ اور عائشہؓ کی طرح کیونکر مثال ہوسکتی ہے بلکہ وہ تو مثال ہے کافروں کے لئے جن کی انبیاء کے ساتھ قرابت اور تعلق ہے۔لیکن یہ قرابت داری ان کے کفر وانکار اور اللہ کی طرف سے لائی گئی بات کے بارے میں ان کی دشمنی کی وجہ سے انہیں فائدہ نہیں پہونچاسکے گی کیونکہ کفر نے ان کے درمیان تعلق کے اسباب کو ختم کردیا۔پس انہیں کوئی بھی چیز اللہ کے عذاب سے نہیں بچاسکتی۔اس میں تنبیہ ہے شدید وجوہ پر حفصہؓ اور عائشہؓ کے لئے۔یہ ان دونوں کے لئے مثال نہیں ہے بلکہ تعریض (دوسرے پر ڈھال کر بات کرنا) ہے۔

(۱۱) وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ (ترجمہ:۔اور اللہ نے بیان کی ہے مثال اہل ایمان کے لئے فرعون کی بیوی کی) یہ آسیہ بنت مزاحم ہیں۔کہا جاتا ہے کہ وہ اسرائیلیہ تھیں اور موسیٰؑ کی پھوپی تھیں۔اور کہا جاتا ہے کہ وہ فرعون کی چچازاد تھیں۔اور عمالقہ تھیں اور وہ سچی اور صاحب فراست تھیں، حضرت موسیٰؑ پر ایمان لے آئیں تھیں۔اور ان کے ایمان کا بیان وہی ہے جو ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں کہا وہ یہ کہ ابوجعفر الرازی نے ربیع بن انس سے اور انہوں نے ابی العالیہ سے روایت کیا اور کہا فرعون کی بیوی کا ایمان خازن فرعون کی بیوی سے پہلے تھا۔اور وہ ایسے کہ وہ بیٹھی تھیں فرعون کی بیٹی کنگھی کررہی تھیں یعنی ان کے ہاتھ سے کنگھی گرگئی تو انہوں نے کہا وہ ہلاک ہوا جس نے اللہ کا کفر کیا۔بنت فرعون نے ان سے کہا کیا آپ کا رب میرے باپ کے سوا ہے۔انہوں نے جواب دیا ہاں میرا رب تمہارا رب اور ہر شئے کا رب اللہ ہے۔بنت فرعون نے انہیں تھپڑ مارا اسے مارا اور اپنے باپ کو خبر کردی،فرعون نے انہیں بلایا اور کہا کیا تو کسی اور رب کی پرستش کرتی ہے انہوں نے کہا ہاں میرا رب تیرا رب اور ہر شئے کا رب اللہ ہے اور اس کی میں عبادت کرتی ہوں۔پس فرعون نے انہیں سزا دی ان کے دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں میں کیلیں گاڑ دیں۔وہ شدید تکلیف میں مبتلا ہوگئیں۔اور ان پر سانپ چھوڑ دئے وہ اسی طرح تھیں تو ایک دن ان کے پاس آیا اور بولا کیا تم باز آگئی ہو تو انہوں نے اسے جواب دیا میرا رب تیرا رب اور ہر شئی کا رب اللہ ہے۔پھر وہ بولا میں تیرے بیٹے کو تیرے منہ پر ذبح کروں گا۔اگر تو یہ کہنے سے باز نہ آئی۔تو انہوں

نے اس سے کہا تو جو چاہے کرلے۔ پھر اس نے ان کے بیٹے کو ان کے سامنے ذبح کر دیا۔ ان کے بیٹے کی روح نے ان کو بشارت دی اور کہا اے ماں میں تجھے بشارت دیتا ہوں۔ اللہ کے پاس آپ کے لئے ثواب ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ انہوں نے صبر کیا۔ ایک دن پھر فرعون ان کے پاس آیا اور اسی طرح سے بولا انہوں نے بھی ویسا ہی جواب دیا پس اس نے ان کے سامنے ان کا بیٹا ذبح کر دیا اس کی روح نے بھی انہیں بشارت دی اور کہا صبر کیجئے امی بلاشبہ آپ کے لئے اللہ کے پاس ثواب ہے کذا کذا فرعون کی بیوی نے اس کے بڑے بیٹے کی روح کا کلام سنا پھر چھوٹے بیٹے کی روح کا کلام تو وہ ایمان لے آئیں اللہ نے خازن فرعون کی بیوی کی روح کو قبض فرمایا اور فرعون کی بیوی کے لئے جنت میں اس کی منزلت و کرامت اور ثواب سے پردہ ہٹا دیا یہاں تک کہ اس نے اسے دیکھ لیا تو اس کا ایمان اور یقین و تصدیق بڑھ گئی اللہ نے فرعون کو اس کے ایمان پر مطلع کر دیا تو اس نے اپنے حواریوں سے کہا تم آسیہ بن مزاحم کے بارے میں کیا جانتے ہو اس کی انہوں نے تعریف کی تو فرعون نے کہا کہ وہ میرے علاوہ کسی اور کی عبادت کرتی ہے جس پر انہوں نے اس کے قتل کا مشورہ دیا۔ پس اس نے اسکے میخیں ٹھکوا کر اس کے ہاتھ پاؤں بندھوادئے۔ پس آسیہ نے اپنے رب سے دعا کی۔ **فقالت رب ابن لی عندک بیتا فی الجنة** اے میرے رب میرے لئے اپنے پاس جنت میں گھر بنادے۔ اللہ نے دعا قبول کی اس وقت فرعون بھی آ گیا تو جنت میں گھر دیکھ کر ہنسنے لگا اور فرعون نے اپنے لوگوں سے کہا اس عورت کے جنون پر کیا تمہیں تعجب نہیں ہو رہا ہے میں اسے عذاب دے رہا ہوں اور وہ ہنس رہی ہے پس اللہ نے اس کی روح کو جنت میں قبض کر لیا اور اللہ اس سے راضی ہو گیا۔ **اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِیْ عِنْدَکَ** (ترجمہ:۔ جبکہ اس کی بیوی نے دعا کی اے میرے رب میرے واسطے اپنے پاس بنادے۔) اور یہ حال ہے ضمیر متکلم کا یا بیتاً کا۔ **بَیْتًا** (ترجمہ:۔ ایک گھر) **عندک** عبارت میں **بیتا** سے پہلے آیا ہے۔ **فِی الْجَنَّةِ** (ترجمہ:۔ جنت میں) یہ بدل یا عطف بیان ہے "عندک" کا یا متعلق ہے "ابن" کا اور اس سے مراد ہے **ابن لی بیتا قریباً من رحمتک فی الجنة** (اپنی رحمت سے بنا دیجئے ایک گھر اپنے قریب جنت میں) **وَنَجِّنِیْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ** (ترجمہ:۔ اور مجھے فرعون اور اس کے عمل سے نجات عطا فرما) یعنی اس کے خبیث نفس سے اور اس سے جو اعمال قبیحہ صادر ہوتے ہیں۔ اور ابن عباسؓ نے کہا "**عمل**" سے مراد الجماع ہے۔ مروی ہے کہ فرعون کی بیوی کو دھوپ میں عذاب دیا جاتا تھا اور وہ جب ان پر ظلم سے فارغ ہوتے تھے تو فرشتے اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے تھے اور وہ جنت میں اپنا مکان دیکھا کرتی تھیں۔ **وَنَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ** (ترجمہ:۔ اور مجھے ظالم قوم سے نجات عطا فرما) پس اللہ نے ان کی دعا قبول فرمائی ان کی تکلیف زائل کر دی اور ان کی روح کو قبض کر لیا اور انہیں جنت میں داخل کر دیا۔ قوم سے مراد اہل مصر ہیں یعنی قبطی جو سب کے سب اہل شرک و ظلم تھے۔

(۱۲) **وَمَرْیَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ** (ترجمہ:۔ اور مریم بنت عمران (کا حال) یعنی اللہ نے بیان کی ہے مثال اہل ایمان کے لئے بنت عمران کی۔ **الَّتِیْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا** (ترجمہ:۔ جنہوں نے اپنی ناموس کو محفوظ رکھا) یعنی اپنی عصمت کی حفاظت و نگہداشت **الاحصان** بمعنی **العفاف** (عفت) اور مفسروں نے کہا **فرج** سے مراد ہے **الجیب** (دل و سینہ۔ گریبان) **فَنَفَخْنَا فِیْهِ مِنْ رُّوْحِنَا** (ترجمہ:۔ تو ہم نے اس میں اپنی روح پھونک دی) یعنی فرشتے کی وساطت سے اور وہ جبرئیل ہیں پس اللہ نے ان کی طرف

انہیں بھیجا وہ صورت بشر میں متمثل ہوئے۔انہیں حکم دیا کہ وہ اپنے منہ سے کرتے کی گریبان میں پھونکیں وہ پھونک نازل ہوئی اوران کے رحم میں پہنچ گئی اوراس سے انہیں حضرت عیسیٰ کا حمل ہوگیا۔کہا جاتا ہے پھونک سے حمل اوروضع حمل ایک ساعت میں ہوگیا۔ نفخنا اسناد مجازی ہے۔ **وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا** (ترجمہ:۔اورانہوں نے اپنے پروردگار کے کلمات کی تصدیق کی) مرادوہ صحیفے ہیں جو انبیاءؑ پر نازل ہوئے۔ابوعلی فارسی نے کہا کلمات سے مرادانبیاءؑ کی شریعتیں ہیں یعنی وہ ان شریعتوں کی تصدیق کرنے والی تھیں جنہیں اللہ نے اپنے بندوں کے لئے مرتب کیا اورشریعتوں کوکلمات کا نام دیا گیا جیسا کہ اللہ نے فرمایا۔ **واذا ابتلی ابراهیم ربه بکلمات** (البقرۃ ۱۲۴) اورکہا جاتا ہے کلمات کے معنی ہیں وہ کلمات جو لوح محفوظ پر لکھے ہوئے ہیں۔اور جمہور قراء نے صدقت کو دال کی تشدید کے ساتھ پڑھا اور یعقوبؒ ابومجلزؒ اورقتادہ نے عاصم کی روایت سے تخفیف کے ساتھ پڑھا۔یعنی وہ عیسیٰ کے معاملہ میں دی ہوئی خبر کی صادقہ تھیں۔اوراس کی جو اللہ نے کرامات ظاہر کئے۔جمہور نے کلمات کو جمع پڑھا۔لیکن حسن اور مجاہد نے کلمہ واحد کے طور پر پڑھا۔ تب وہ اسم جنس ہوگا اوراس سے مراد حضرت عیسیٰؑ ہوں گے۔کیونکہ کلمہ کا اطلاق کتاب اللہ میں ان ہی پر کیا گیا ہے۔جیسا کہ فرمایا وکلمۃ القاھا الی مریم۔(النساء ۱۷۱) میرا کہنا ہے (قول مفسر علامؒ) کہ ہوسکتا ہے اس آیت میں کلمہ سے مراد جبرئیلؑ سے صادر ہونے والی نفخۃ الروح (روح پھونکنا) ہو۔ **وَكُتُبِهٖ** (ترجمہ:۔اوراس کی کتابوں کی) ابوعمرو حفص کتبہ جمع پڑھا ہے۔اوراس سے مراد زبور توراتؒ اورتمام صحیفے جو انبیاءؑ پر نازل ہوئے اور باقی سات قراء نے کتبہ واحد پڑھا ہے۔ہوسکتا ہے کہ اس سے مراد جنس ہو اور اگر انجیل مراد ہو اور یہ اس صورت میں جب کلمہ سے مراد عیسیٰؑ ہوں اور ابن عطیہ نے کہا ''ت'' ساکن ہے اور مراد اس سے تورات اورانجیل ہے۔ **وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ** (ترجمہ:۔اوراطاعت گزاروں میں سے تھیں) یعنی اپنے پروردگار کی مطیع قوم میں سے تھیں اس لئے کہ ہارونؑ برادر موسیٰؑ کے نسل میں تھیں۔اور مذکر لانا بھی تغلیب کے طور پر ہے یہ بتانے کے لئے ہے کہ ان کی پرہیزگاری اور اطاعت گزاری مردوں کی اطاعت شعاری اور پرہیزگاری سے کم نہیں۔اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ ابتدائے غایت ہے تواس صورت میں معنی ہوں گے کہ اس نے جنم دیا ایک اطاعت گزار شخص کو اور ایک قول یہ بھی ہے یہ من تبعیض کے لئے ہے یعنی اس نے قانتین سے بعض کو جنم دیا۔امام احمدؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے آپ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے زمین پر چار خطوط کھینچے اور پوچھا اس سے تم کیا سمجھے انہوں نے کہا اللہ اور اللہ کا رسول ﷺ زیادہ بہتر جانتے ہیں آپ ﷺ نے کہا اہل جنت کی افضل خواتین خدیجہ بنت خویلدؓ اور فاطمہ بنت محمد ﷺ اور مریم بنت عمران اور آسیہ بنت مزاحم (فرعون کی عورت) ہیں اور صحیحین میں ہے کامل مرد بہت ہیں لیکن کامل عورتیں صرف چار ہیں۔آسیہ بنت مزاحم (فرعون کی عورت) مریم بنت عمرانؑ خدیجہ بنت خویلد اور فاطمہ بنت محمد ﷺ ہیں اور عائشہؓ کو فضیلت عورتوں پر ایسی ہے جیسے کھانوں میں ثرید (شوربے میں بھگوئی ہوئی روٹی) کی۔اور حاصل کلام یہ ہے کہ ان آیات میں بہت سے فوائد ہیں اوران میں سے ایک یہ ہے کہ صالح کی نیکی کا اثر کسی بدکار پر نہیں ہوتا۔اوراسی طرح ایک مفسد کے فساد کا کسی مصلح میں کوئی اثر نہیں پیدا کرسکتا۔احصان (پاکدامنی) کی صفت عورتوں کو بہت بڑے فوائد کا ثمر دیتی ہے۔جیسے کہ اس نے مریمؑ کو فائدہ پہونچایا اور نیک پھل عطا فرمایا۔